من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين

الحمد لله والمنة که مکتوبات مجمع الحسنات محمد [illegible] البرکات الحسنی

[illegible]



حسب [illegible] صحیح [illegible]

بمقام مرادآباد

فی المطبع المعروف [illegible]

رسالہ لطائف قاسمیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الہی غرق دریائے گناہم ۔ تو میدانی خود ہستی گواہم ۔ گناہ بیعدد را بار بستم ۔ ہزاران بار توبہ ہا شکستم
حجاب مقصدم عصیان من شد ۔ گناہم موجب حرمان من شد ۔ بآن رحمت کہ وقف عام کردی ۔ جہان از دعوت اسلام کردی
نمیدانم چرا محروم ماندم ۔ رہین اینچنین مقسوم ماندم ۔ گدا خود را تو سلطان چو دیدم ۔ بدرگاہ تو ای رحمان دویدم
دلم از نقش باطل پاک فرما ۔ براہ خود مرا چالاک فرما ۔ بکش از اندرونم الفت غیر ۔ بشو از من ہوائے کعبہ و دیر
درونم را بعشق خویشتن سوز ۔ بہ تیر درد خود جانم بدوز ۔ دلم را محو یاد خویش گردان ۔ مرا حسب مراد خویش گردان
اگر نالائقم قدرت تو داری ۔ کہ خار عیب از جانم بر آری ۔ گناہم را اگر دیدی نگہ ہم ۔ بعفو و فضل خود اشاہ عالم
بسے بگذشتہ شاہا نامرادم ۔ بدرگاہت رسیدم ناشادم ۔ بچشم لطف اے حکم تو بر سر ۔ بحال قاسم بیچارہ بنگر

مکتوب اول بنام مولوی محمد صدیق صاحب مرادآبادی در اثبات حیات النبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

سراپا عنایت سلامت۔ السلام علیکم۔ کل جو آپکا عنایت نامہ پہونچا کیفیت مندرجہ کو دیکھکر طبیعت بہت گہبرائی ہنوز اور تحریر ونسی چندان فراغت نہوئی تہی کہ ایک اور سر پر آن پڑی تسپر مفصل لکہون تو کہانتک لکہون یہ بحث ایک دریای ناپیداکنار ہے اور اختصار کیجئے تو کہانتک دریا کو کوزہ مین لانا دشوار اسلئے فقط عقیدہ دل سے آگاہ کئے دیتا ہون اس ضمن مین کسی دلیل یا مثال کی طرف بہی

اشارہ ہو جاسے تو ہو جاوے پر انبیاء کرام کو نہیں جسم اور دنیاوی کی تعلق کے
اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں یہ نہیں کہ مثل شہداء ان ابدان کو چھوڑ کر اور ابدان سے متعلق ہو جاتا ہے
یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ شہداء کے مال میں میراث ہوتی اور انبیاء کرام علیہم السلام کے مال میں
میراث جاری نہیں ہوتی حالانکہ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین
سب کو عام ہے عموم میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہداء کی ازواج کو بعد عدت معروفہ
نکاح کی اجازت ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کی شان میں یہ حکم آیا
ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا حالانکہ عموم واحل لکم ما وراء
ذلکم جس سے حلت غیر منکوحہ فارغ العدۃ سمجھ میں آتی ہے اور عموم والذین یتوفون
منکم ویذرون ازواجا وغیرہ جس سے بعد مرور عدت ازواج کو اجازت نکاح نظر
آتی ہے اسکے مخالف ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ نہ مانئے اگر شہداء انہیں ابدان کے
ساتھ جیتے ہوتے تو پھر انکا قبور میں مستور ہو جانا بہت ہوتا تو مجرموں و مظلوموں کی محبوس ہونیکی
برابر ہوتا نہ مال میں میراث چل سکتی نہ ازواج کو نکاح کی اجازت ہوتی ورنہ اس حساب سے تو ہم
مردہ دل ہی اچھے ہیں جنکی زندگانی موت سے بدتر ہے کیونکہ اس نام کی زندگانی پر ہمارے لئے تو یہ
انعام کہ نہ مال میں کوئی تصرف کر سکے نہ ازواج کیطرف کوئی نظر بھر کے دیکھ سکے اور وہ اس حیات
کامل پر بھی اس دولت عزت سے محروم رہے مگر چونکہ یہاں کے اموال یہیں کے ابدان کی شکست و
ریخت کے لئے ہیں اور یہاں کی ازواج انہیں ابدان کی ثمر کی تخم ریزی کیلئے مصداق نساءکم
حرث لکم ہیں تو بعد انفکاک تعلق روح لوازم متعلقات سے کیا تعلق رہے گا
بلکہ جیسے گھوڑا سواری کے لئے اور گھاس دانہ گھوڑے کیلئے اور گھوڑا نہ ہو تو پھر گھاس دانہ سے بھی کچھ
مطلب نہیں تھا ایسا ہی ابدان ارواح کی کاروائی کے لئے بلکہ اونکا مرکب اور ایسے ہی سواری
اور اموال و ازواج ابدان کے لئے اور ابدان نہ رہیں تو پھر ان سے بھی مطلب نہ ہوگا اس لئے

شہدا اور اموال و ازواج مین بہی بوجہ انفکاک تعلق مذکور اورونکو بطور مناسب اجازت
ہوگی اور یون بہی بیکار نہ ہونگی مگر یہان جیسی یہان گہاس دانہ کی طلب اور اوس سے تعلق
دلی اسبات پر شاہد ہوتا ہی کہ طالب و صاحب تعلق کو گہر سی گہوڑا وغیرہ گہاس دانہ کہانیوالا
کوئی جانور ہوگا ایسا ہی اموال و ازواج سی تعلق اس بات پر شاہد ہو سکتا ہی کہ صاحب
تعلق کو اپنی ابدان سی تعلق ہی اس تقریر مختصر سی اسقدر تو بشرط فہم و انصاف خواہ مخواہ ذہن مین
آہی جاتا ہی کہ انبیاء کرام کو اپنی ابدان سی اوس قسم کا تعلق اب بہی ہوگا جس قسم کا پہلی تہا
یہی نہین کہ جیسی وطن سی باہر اپنی وطن کو یاد کرتی اور اوس فاصلہ پر بستیان ہون تو اونکو کچہہ
خبر نہین ہوتی ایسی ہی انبیاء کی ارواح کو بہی مثل دیگر اموات اپنی ابدان سی ایک تعلق یادگاری رہا
محبت ہی مگر چونکہ اور ابدان سی محبت نہ تہی تو تعلق یادگاری ہی نہین ایسا ہی تعلق ہوتا
تو احکام بہی یکسان ہوتی ہان یون کہیی تو خیر کہ خدا کی حکم محض لعبث ا بی حکمۃ ہوتی ہین
مگر چونکہ آپ سی بہی امید ہی کہ خداوند علیم و حکیم کو حکیم ہی سمجہتی ہونگی اسلئی یہ بہی امید ہے
کہ بدلالۃ حکم مذکور انبیاء کو ابدان دنیا کی حساب سی زندہ سمجہینگی حسب ہدایۃ کُلُّ
نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ اور اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّہُمْ مَیِّتُوْنَ تمام انبیاء کرام علیہم السلام
خاص کر حضرت سرور انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت موت کا بہی اعتقاد ضرور ہے
مگر اس صورت مین یہ اجتماع موت و حیات ایسا ہوگا جیسا وقت حرکۃ کشتی جالشین کشتی کا
حرکت و سکون جیسی یہان سکون اصلی ہی اور حرکت عرضی ایسی ہی وہان بہی حیات اصلی اور
موت عرضی ہوگی اسلئی استمرار بہی اگر تسلیم کر لیا جائی تو کچہہ مخالف مطلب نہوگا کیونکہ حیات
بہہ بہی موجود ہی یا جیسی آب گرم مین اجتماع حرارت و برودت حرارت کی لئی دلیل کی کیا حاجت
وہ خود مشہود و محسوس ہی ہان برودت کی دلیل لیجئی اگر برودت نہوتی تو آگ کو کیونکر بجہاتا
آگ کی بجہانی کی بہی معنی ہین کہ مادہ حرارت کو کہہ دیا اور مسبب نابود کر دیا مگر وہان سے

کہ اضداد کو بجز اضداد عالم اسباب و کسی سبب سے باطل او نیست و نابود نہیں کرسکتی مگر
یہ بھی تسلیم کرنا ضرور ہے کہ وقت موت حیات انبیاء کرام علیہم السلام اور بھی شدید ہوجائے
کیونکہ جب حیات اصلی اس صورت میں کبھی قبر میں رہنا کبھی آسمان پر نظر آنا ایسا ہوگا
جیسا حالت حیات سابقہ میں کبھی مین رہنا کبھی بوجہ معراج آسمان پر چلا جانا زیر پردہ
موت عرضی مستور ہوئی تو پھر ایسی صورت ہوجائیگی جیسے فرض کیجیے چراغ کو کسی ظرف گلی
میں رکھکر سرپوش رکھدیجیے جیسے یہاں تمام شعاعیں باہر سے سمٹ کر اوس ظرف میں آجاتی ہیں بلکہ یہ
خود شعلہ چراغ میں سما جاتی ہیں جس سے وہ اشتداد مشار الیہ نمایاں ہوجاتا ہے ایسے ہی یہاں بھی
خیال فرمائیے اس صورت میں موت انبیاء کرام اور موت عوام میں ایسا فرق ہوگا جیسا
چراغکی ظرف گلی میں مستور ہوجاوے اور گل ہوجانے میں فرق ہے یہاں جیسے باعتبار مکان باہر دونوں
صورتوں میں اثر و بہر اثر فرق ہے کہ باعتبار اصل اتنا پہلا تھا ایسا ہی یہاں بھی سمجھ لیجیے اور
شاید یہی وجہ ہے کہ انک میت جدا کہا اور انہم میتون جدا فرمایا مثل ثم انکم یوم
القیامۃ جو اگلا جملہ ہے سب کو شامل کر کر انکم میتون نفرمایا کہ اسی فرق مراتب موت کی طرف
اشارہ باقی ہے بالجملہ حیات حال انبیاء کا مثل حیات سابق ہونا اور پھر اوس سے اشد اور
اعلی ہونا یوں ظاہر ہے کہ مماثلہ تو فی تعلق الابدان الدنیاویہ ہے یہ نہیں کہ مثل شہداء
تبدیل ابدان کیگئی ہو اور اشدیہ یوں ظاہر ہے کہ بوجہ احاطہ صد معلوم جسکو موت کہتے تمام فیض
حیات جو مثل شعاع شمس و قمر اطراف بدن اور اوس سے باہر تک بذریعہ افعال جاتا تہا
سمٹکر داخل بدن کی طرف چلا آیا سمجھ لینے کے لئے تو یہ کافی ہے پھر اس سلامت اجساد کو
لحاظ کیا جائے تو اور بھی تائید ہوجاتی ہے رہیں احادیث اونکی رجوع کرنیکے اس وقت ضرورت نہیں
جو یہ تحقیق کیجیے کہ کونسی حدیث صحیح ہے اور کون ضعیف پر پہر تیسر مجھکو ان باتوں کی
خبر کم تھی ہے کیونکہ یہ باتیں کتابوں سے متعلق ہیں اور آپ خود جانتے ہیں کہ جیسی

سیاہی دی ہتیار ہوتی ہین ایساہی یہ جاہل عالم بے کتاب ہی یہ باتین آپ خود حضرت
شیخ کی تصانیف سی نکال لین مگر ایسا یاد پڑتا ہی کہ اکثر احادیث باب حیات ضعیف ہین
زیادہ کیا عرض کرون ہان اتنا عرض کئی دیتا ہون کہ گو عقیدہ تو یہی ہی اور یہی جانتا ہون
انشاءاللہ تعالی ایساہی رہیگا مگر اس عقیدہ کو عقائد ضروریہ مین سی نہین سمجھتا نہ تعلیم ایسی
باتونکی کرتا ہون نہ منکرونسی دست وگریبان ہوتا ہون خود کسی سی کہتا نہین پہر اگر کوئی پوچھتا ہی اور
اندیشۂ فساد نہین ہوتا تو اظہار مین بہی نہین کرتا آپ بہی اس امر کو ملحوظ رکہین تو بہتر ہی فقط

مکتوب دوم در اثبات تراویح بدلائل عقلی و براہین نقلی

کمترین انام محمد قاسم نام کہ ہیچمدانی شعار اوست و طاعۃ نفسانی کار او بخدمت مجموعۂ مکارم
اخلاق عبدالرحیم خانصاحب دام اخلاقہ سلام مسنون عرض کردہ عرض پرداز است
کہ نامۂ نامی کہ بنام احقر بنشان میرٹہ ارسال فرمودہ بودند از میرٹھ بہ نانوتہ و از نانوتہ
بگنگوہ و از گنگوہ برامپور شدہ نزدم در اواخر شوال رسیدہ ممنونم گردانید نظر بر اہتمام سامی
در امر رویت و آنہم چندانکہ در فضائل [illegible] اینچنین باید و دلالت اینچنین چندانکہ
برخود نفرین ہا کرد کہ ہنوز گرفتار ہوا و ہوس و ہر دم بحکم مسابقہ کار ایندم بدم می افگنم
ہمان قدر بر آنجناب آفرین ہا خواندم و گفتم کہ چون در فضائل اعمال اینقدر اہتمام است
و این [illegible] دیگر اعمال صالحہ از فرائض [illegible] کہ چہ قدر در خیرہای عمدہ بہم آوردہ
باشند جزاکم اللہ خیر الجزاء از ہماندم خیال جوابش عزمم را می انگیخت و پاس [illegible] بدلم می [illegible]
الا [illegible] تحامل [illegible] کہ با استماع عادات احقر از بعض [illegible] زبان [illegible] یافتہ باشند
پریشانی روزگار [illegible] فرصتم نداد کہ
[illegible] اشتغال [illegible]

ومقاصد گرامی ندانم غلط است یا راست از طرف بوی تعصب و تعمق شنیدم و بظاهر
این کار جناب نیست کسی دیگر است که در پرده نام جناب در این میدان کورانه رفته فرموده
امام ابن صلاح را باید عایش چه پاس آری اگر اثبات احکام منحصر در صحاح بودی می توان گفت
که فلان حدیث اثبات تراویح نمی توان کرد آری اثبات مطالب بقدر ثبوت دلائل میباشد
صحاح بقدر ثبوت خود و ضعاف بقدر ثبوت خود اثبات مطالب میکنند غرض حسب تنوع
دلائل مطالب متنوعه ثبوت میرسد از متواترات عقائد ضروریه مثل توحید و رسالت و حقیقت
کلام الله ثابت می توان کرد و از احاد صحاح این کار نمی برآید و از احاد وجوب اعمال و
تاکد سنن باید گرفت از ضعاف این کار نباید گرفت این فرق از کجا خاسته از تفاوت سند
خاسته ورنه نفس حدیث و اضافه نبوی همین خواهد که هر دو را بیک پله باید سنجید مگر ظاهر است
که احادیث ضعف نه چنان ثابت اند که همسنگ صحاح و حسان گروند نه چنان باطل که همرنگ
موضوعات شوند پس لاجرم مرتبه آنها باعتبار ثبوت و عدم ثبوت فیما بین صحاح بلکه
حسان و موضوعات خواهند بود نه مثل موضوعات که سراسر باطل اند و بوی از ثبوت نشنیده
بیکار بمانند حسان و صحاح و متواترات در کار اثبات بر کار اند بصورت ثبوت فضائل اعمال
که از مطالب حسان و صحاح و متواترات فروتر است از ضعاف چه مستبعد و ظاهر است که
در صورت ترک اقتفا فقها به ثبوت و تاکد تراویح معلوم رتبه اش از فضائل نمی فزاید پس
اگر حدیث نسبت تراویح ضعیف باشد ظاهر پریشان را چه باک در فکر او اگر جگر خون
کنند کنند مدعیان به تاکد کنند ان اگر تعارض مزعوم کسانیکه درین زمانه درین باره غوغا
کرده اند و میگویند که حدیث بست با حدیث یازده متعارض است میسر هم شود البته ترک
بست و اختیار یازده خیلی بجا بود گو در آنهم گنجایش گفتگوهای دیگر باشد و بیشتر از اثبات
تعارض از بهر ملة و بر همی کلمة الاسلام چه سود باقی ماند اینکه جناب ختمی مآب صلی الله

تعالی علیه وآله وسلم در رمضان وغیر رمضان همی یازده را بجا آورده اند چنانچه از حضرت عائشه رض
مرویست با آنکه حضرت رسول اکرم صلی الله تعالی علیه وآله وسلم در لیالی سه گانه همی یازده خوانده اند
چنانچه از جابر رض مرویست این حدیث گو بظاهر با حدیث بیست که مرفوع است بنظر ظاهر بینان
متعارض نماید اما در حقیقت حکم متعارض خالی از جهل یا عناد نیست اول تراویح را از تهجد
باید گفت بعد از آن تطبیق تعارض عزم باید کرد اگر گویند که تراویح مثل صلوة اوابین که بعد
مغرب میخوانند ونوافل عشا که در پس وپیش آن خوانده می شوند نوع دیگر وتهجد نوع دیگر
وهر دو حدیث مذکور در باره تهجد است خود ظاهر است که اعتراض تعارض بهیچ سو خواهد رفت باز
چون باتصال تراویح با عشا را ادا کردن آن در اول شب وافتراق تهجد از عشا که بنوم و دیگر
اعمال کثیره بمیان می آید وادا کردن آن در آخر شب نظر افگنیم این را موجه می یابیم معهذا
در تهجد روایات کثیره از حضرت عائشه رض مرویست وهم از بعض صحابه ماثور بعض از آن در صحیحین
وبعض در کتب دیگر از صحاح سنت منقول است چنانچه خوانندگان حدیث همه میدانند پس
هرچه ملازمان جناب مفتی سامی جواب آن خواهند داد از این تعارض هم همان را قبول کنند
بالجمله چنانچه حمل بر تعدد واقع احادیث بخاری ومسلم را موافق باهم توان کرد حدیث
بیست رکعت ویازده رکعت را نیز باهم متعانق باید ساخت ازین صورت ضعف حدیث
بیست در امتثال منطوق آن مانع نخواهند شد هان اگر امام ابن صلاح لیاقت قبول اقوال
از نصوص قطعیه بهم رسانیده اند وکلام الله یا حدیث باتباع اوشان خوانده ودیگر علماء
اصول وفقه را این منصب بهم رسیده ما را گنجایش عرض معروض خویش نیست و اگر اوشان را
امام اصول حدیث باین معنی تصور دیده اند که درین فن یکتای روزگار ومرد این میدان اوشان بکار
بودند در باره محافظه الفاظ حدیث هر قاعده که بنیاد نهند بر چشم نهادنی است وبرای
که بودند قایل گام کشادنی است ما را مسلم مگر اوشان را اگر در محافظه الفاظ حدیث

که غرض محافظت معانی مقصود است چنانچه حدیث فلیبلغ الشاهد الغایب یا جملهٔ
ربّ مبلغ اوعی من سامع پیوسته بران شاهد است ائمهٔ اصول فقه را در فن محافظت معانی
ید طولی است ایشان دران باره اگر قایل اند هستند ایشان درین باره لایق اتباع عدم
بنیاد نهاده ایمهٔ اصول فقه همین است که فضائل اعمال از ضعاف هم ثابت می توان شد و
اگر نیک تامل کرده شود آن موضوعات که نسبت کذب روایتش در مواقع دیگر از او موضوعات
شمرده اند باین کلیه بالیقین غلط و مخالف واقع نمی باشد فان الکذوب قد یصدق
همچنانکه جمله صحاح صحیح بمعنی مطابق واقع نمی باشد فان الصدوق قد یخطی و نیز احتمال
دروغ از غیر معصوم چه مستبعد چنانچه در بعض صحاح مشهور هم همین است ندانی که در بخاری شریف
در باب عمر شریف حضرت رسول اکرم صلی الله علیه و آله و سلم سه روایات باهم متعارض آمده
شصت و شصت و سه و شصت و پنج و همه میدانند که توافق این روایات باعتبار منطوق
خویشتن محال است لاجرم یکی مطابق واقع و دو مخالف واقع خواهند بود حالانکه باعتبار اصطلاح
اصول حدیث هر سه روایات صحیح اند ورنه امام بخاری که التزام ایراد صحاح کرده اند در کتاب خود
نمی آورده اند این صورت امر حق باید که یکی را مظنون الصدق یا مقطوع الوقوع گردانند و دیگر آنرا
مظنون الکذب و یا قطعی البطلان گردانند پس هیچ اگر از قسم روایات است بنام است که
صحیح باشد یا ضعیف چنانچه ظاهر است و اگر از قسم درایات باشد از اندازهٔ [illegible] که یکی از
کارهای نبوی است چنانچه آیهٔ یعلمهم الکتاب والحکمة بران دلالت میدارد و بهره ور
گرفته باشد اندرین صورت حدیث ضعیف هم اگر مؤید بدرایه شود از مرتبه خود بالا رفته کار گر
خواهد کرد چنانچه آیهٔ واذا جاءهم امر من الامن او الخوف اذاعوا به ولو ردوه
الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم برین قضیه
گواه هم موجود است چه اخبار مشار الیها اگر از قسم صحاح بودی اذاعه را محل طعن نمی شد و اگر

درآیة درایة موید ضعاف نمی شد جمله یعلمه الذین یستنبطونه چه معنی داشت اکنون معروض آن است که روایة ثبت رکعة نیز بزعم احقر موید درایة است و معارض کدام درایة نیست اگر اندیشه که بدان اشاره کرده آمده ام سد راه قلم نشودی اگر همه مافی الضمیر خود زیر قلم بیاوردمی باری قلیل کثیر از ان آویزه گوش سامی میکردم مگر چه کنم که منتهی سامی فراستدلالات از حق کناره میرود چنانچه قدری معروض شد و قدری اکنون معروض میشود مدار طعن بر روایة موطا بر این گذاشته که یزید بن رومان زمانه حضرت عمر رضی الله عنه نه دریافته سبحان الله چه دلیل است وجه مدعا خلاصه طعن این برآید که مرسلات تابعین اعتبار را نشاید اول این را اثبات باید کرد بعد از ان روایة مذکوره را رد باید فرمود عدم اعتبار مرسل تابعین اگر تراشیده خویشتن است این را که می پرسد و اگر تقلید دیگر نسبت بجز امام شافعی چیست که بایطرف رفته امام ابوحنیفه و امام مالک همه برانند که مراسیل تابعین همه مثل مراسیل صحابه همه مثل مراسیل صحابه معتبر اند بلکه از مسند زیاده چه ترک اسناد دلیل وثوق خود است و ذکر اسناد بر فهم سامع گذاشتن و گویا العهدة علی الراوی گفتن است اگر از تقلید عار است قول امام ابن صلاح را بر بوار باید زد و اگر تقلید اوشان جائز است امام ابوحنیفه و امام مالک چه تقصیر فرموده اند امام ابن صلاح اگر تاسیس قواعد حفظ و نگاهداشت الفاظ بصیرت حاصل کرده اند امام ابوحنیفه و امام مالک نیز در تاسیس قواعد محافظه معانی ید طولی دارند و اگر ازین قواعد محافظه معانی بهم رسیده بود بعض مواقع بنظر ملازمان جناب علی تقدیر التسلیم معنی مقصود از دست میرود از قواعد محافظه الفاظ نیز این محافظه علی العموم دیده نمیشود چنانچه از ملاحظه احادیث همه شریف حضرت رسول الثقلین صلی الله علیه و آله وسلم هویدا است و اگر درین باره بتقلید امام شافعی بر اوشان احسان نهاده اند از ما سبارکباد مگر اندرینصورت اگر ملازمان جناب اقتفا امام شافعی ورزیده ما گنهگاران اتباع امام ابوحنیفه لازم گرفته ایم اگر فرق است

همین قدر است که امام ابوحنیفه امام اعظم اند بالجمله بتقلید یکی از ائمه مقلدان ائمه دیگر را
الزام نباید داد و با وشان دست گریبان نباید شد این است جواب آنچه که ملازمان جناب
بطور قاعده روایة بر بست که طعن فرموده بودند باقی سطاعینکه بطور درایة وارد فرموده اند
جواب آن چه گویم که خود از دائره فهم بیرون می نماید بجز آنکه تعصب و تحمق باعث این
یاوه گوئیها شده باشد دیگر چه گفته شود و اگر باور نیست باید شنید یکی از آن سطاعنها اینهم
است که اگر بروایة علیکم بسنتی وسنة الخلفاء دست آویخته شود بلحاظ آنکه
سنتی وسنة الخلفاء هر دو معروفه اند و تکرار معارف مشعر باتحاد اول با ثانی میباشد
لازم است که سنة الخلفاء که اتباع آن در حدیث اشاره فرموده اند همان سنة نبوی
علیه علی آله التحیة والسلام و در نیست که این امر مفقود است میگویم که اول این قاعده نزد علماء
اصول کلیه نیست تا باتباع اوشان ملازمان مخدوم را گنجایش طعن بهم رسد و بار افکر جواب
باعث تردد شود دوم اینجا فقط لفظ سنت مکرر آمده آن بذات خود نکره است و تکرر
نکره باعتراف همان کسان که تکرر معرفه را مشعر باتحاد شمرده اند مشعر تغایر است نظر برین لازم
که سنة الخلفاء غیر سنة نبوی علیه الصلوة والسلام باشد و یای متکلم و لفظ الخلفاء اگر معرفات
یکی هم از آن مکرر نیست و اگر نظر بر معرفیة عرضیه است آن معرفه خود از معرفه دیگر متغایر شد
چنانچه آن ی و ذات خود متغایر اند این و آن معرفه نیز متغایر خواهند بود و وجهش چنانکه دانی
هست که محکوم علیه حقیقی در صفات عرضیه همان موصوف بالذات میباشد پس اگر موصوف
بالذات چیز واحد است صفت عارضیه نیز چیز واحد خواهد بود و اگر دو شی متغایر است صفات
عارضیه را هم دو شی متغایر باید پنداشت پس اگر سنتی و سنتی مکرر می آمد یا سنة الخلفاء و سنة
الخلفاء مکرر می شد این گفتگو را بظاهر خیلی بجا گفته می شود و با اینهمه در ابناء نا و ابناء
کم بلکه در انفسنا و انفسکم که در کلام الله یک جمله مکرر آمده چه خواهند فرمود سبحان الله

باینچنین امله فرمیبها و این لن ترانیهای دور وجد از علاوه برین همه اهل فهم را درین قدر
اتفاق است که عطف مقتضی تغایر می باشد تا وقتیکه تغایر حقیقی یا تغایر اعتباری ثابت
نباید عطف نتوان کرد دوم آنکه طعن لام تعریف در جمع مفید استغراق میباشد پس ضرورت
لازم است که جمیع خلفا مراد باشند پس سنة الخلفاء که اشاره بآن ارشاد فرموده اند می باید
که سنت همه خلفاء راشدین باشد و سنت کعبت اگر هست سنت حضرت عمر هست سنت
حضرت ابی بکر غیبت این اعتراض از همه افزون تر است ماشاءالله فهم مطالب همیان
باید و نکته فهمی کم از فهم اینقدر شاید مخدوم من اینقدر مسلم که جمع محلی باللام از الفاظ عموم است
و لام تعریف در جمع اکثر مفید استغراق میباشد اما منشی آنمخدوم نزد انهم معنی اجتماع از
کدام پهلو می برارند و این تحقیق از عقل یا از نقل از کجا می نگارند مفاد استغراق همان مفاد
کل افرادی می باشد نه مفاد کل مجموعی تا این مطلب با این دلیل مربوط می شد و ظاهر است
که در کل افرادی حکم راجع بهر فرد جداگانه می باشد آری در کل مجموعی حکم قضیه راجع بجانب
مجموع میگردد و افراد را ازان سروکاری نمی بود و آنچه منشی جناب فهمیده اند مخلصش
همین ارجاع حکم بجانب مجموع است ازین تا ازان فرقها ست که بفرق زمین و آسمان تعبیرش
توان کرد با اینهمه حدیث اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم را حکم
باید کرد و باید دید که چسان فیصله این نزاع میکند علاوه برین نصوص قطعیه قران شریف
و حدیث را که در بعض مواقع بر جمع محلی باللام مستعمل مینمایند مثلا ان الله لا یضیع
اجر المحسنین چه جواب خواهند داد کدام است که بمیدانند که اینجا اجر مجموعه مراد نیست
چه یک محسن هم اگر بعالم باشد تاهم اضاعه اجراو نخواهد شد و نیز باید که بر طبق فهم منشی
جناب اجر همه محسنین یکجا باشد و آن هم چندانکه تعدد شخصی را دران گنجایش بود نه تعدد
نوعی را مجال چه عطاء اجر یکباره خواهد شد مثل صلوت که بتعدد ازمنه و اختلاف مکرر

سه کر مطلوب می شود بعد از سنه مختلف نخواهد شد همچنین در جاهد الکفار والمنافقین
لازم است که جهاد مجموعه کفار و منافقین مراد باشد اندرین صورت یا حضرت رسول الله
صلی الله علیه وآله وسلم را باید گفت که ازینجهان بی ادای فرض تشریف بردند یا بر خداوند احکم
الحاکمین نعوذ بالله غصه باید کرد که اینچنین حکم دشوار جزئی خود فرستاد که او ایشان نتوانستند و عیب
عدم امتثال ازین جهان بردند نعوذ بالله من سوء الفهم و ازین هم درگذشتیم اذان ثالث جمعه
بشهادة صحیحین سنة حضرت عثمان ذی النورین است رضی الله عنه پیشتر از زمانه اوشان فقط
بآن دو اذان اعنی تکبیر اذان خطبه دوم تکبیر بود پس از سنة الخلفاء در حدیث مذکور اگر سنة همه خلفاء
بطور مذکور مراد باشد لازم آید که اذان مذکور داخل بدعت شود چه نه سنة نبوی است سنة خلفاء
بطور مذکور و این التزام بدعة اندرین صورت نه تنها بر حضرت عثمان خواهد بود بلکه جمله صحابه
رضوان الله علیهم اجمعین که در آن زمان حاضر بودند مبتدع خواهند شد و میدانی که این همان
گناه و همان عیب است که رفاض و شیعه از دائره سنت و جماعة بدان بدر رفتند و ازینهم
باید گذشت در آیه اولئک الذین هدی الله فبهدیهم اقتده ضمیر بهدیهم راجع
بسوی الذین است یعنی این شد که روش آن کسانیکه ذکر اوشان کرده ایم باید گرفت عوض
لفظ هدیهم در قوة هدی الذین شد و معلوم است که مخاطب باین حکم جناب رسالتمآب
صلی الله علیه وآله وسلم اند و مشار الیه موصول انبیاء مذکور الصدر که منجمله آن حضرت موسی
علیه السلام و حضرت داود علیه السلام هستند و موافق این خطاب و این ارشاد حضرت
صلی الله علیه وآله وسلم در روزه عاشوره اقتداء حضرت موسی علیه السلام کردند و در سجده
تلاوة سوره ص اقتداء حضرت داود علیه السلام کردند و اگر سجده سوره ص را اقتداء حضرت
داود علیه السلام نگویند و گویند که سجده حضرت داود علیه السلام بجهة استغفار و سجده حضرت
پیغمبر ما صلی الله علیه وآله وسلم جهة شکر پروردگار که ما را ازین قسم ابتلاء محفوظ داشت

دراقتدار حضرت موسی علیه السلام در روز عاشوره کلام نیست چنانچه لفظ حدیث
نحن احق بموسی او کما قال بران گواه ست گو بوجه دیگر از بیشتر هم این روزه
معمول حضرت صلی الله علیه وآله وسلم باشد آری اگر اجتماع وجوه کثیره دریک عمل محال
بودی مضایقه نبود مگر مساعد این نه عقل ست چنانچه دانی ونه نقل چنانچه انما
لکل امرء مانوی بخوانی ومیدانی که از همین جا تضاعف ثواب صله از صدقه می اید
چنانچه ماهران حدیث می انند الغرض این قسم سنن فقط یک دینی است سبب جمله انبیاء
هدی همه مرسلین مذکورین نیست اندر بصورت در حدیث اقتدوا بالذین من بعدی
که لفظ الذین واقع است همان عموم خواهد بخشید که الذین واقع آیه مذکوره بخشیده فرق اگر
هست فرق تثنیه وجمع است مگر این قسم فرق در تبدل ماهیة مضامین ولوازم آن
کارگر نمی توان شد پس چنانکه در آیه مسطوره سنت یک نبی قابل اتباع برآمد اینجا سبب
یکی خلیفه ازان دو که درین حدیث مراد اند لایق اتباع واقتدار خواهد بود هان اگر اینجا
لفظ اقتدار نبودی شاید مجادلانرا گنجایش زبان کشائی می بودمی توانستند گفت که در اقتدار
واتباع مثلاً فرق است این ست آنچه که بطور عجالة ونظر سرسری در استدلالات مجتهد جناب
مفاسد بنظر این هیچمدان درآمده اکنون التماس اینست که نظر باین تعصب وتعمق که در
که در اجتهاد مجتهد صاحب یافته نگاشته ام از تحریر جواب اصل مسئله دست کشی اولی دانستم
چه اگر چیزی بنویسم لاجرم تنقیح وتصحیح آن وسنجیدن او حواله همان صاحب باشد که باین راه
رفته اند او شان اول بار کدام نا انصافی گذشته اند که باین بار کوتاهی خواهند فرمود
بیت تو کار زمین را نکو ساختی :: که با آسمان نیز پرداختی :: ورنه در اواخر رمضان
شریف بتکلیف مولوی احمد حسن امروهی که یکی از احباب احقر اند چیزی درین باره نوشته
بامروهه فرستاده بودم از وشان نقلش هم رسانیده میفرستادم لیکن چه کنم که بنظر انصاف

معذورم دیگر آنکه آنچه که بلفظ مضامین شعریه بآن اشاره فرموده اند میخواهم که نقلش اگر
ممکن باشد بمن ارزانی فرمایند تا شاید چیزی زیر این پرده باشد باقی عرض دیگر این است
که بنده کمترین عاملان بالحدیث الشرط فهم بد بنی انگارد بلکه این شعار ایمان می داند لیکن
این چنین بدفهمان را که مضامین نامه سامی نتیجه قلم اوشان است هرگز عمل بالحدیث روا
نمیدانند همچنین کسان متحمله یضل به کثیر هستند والعاقل تکفیه الاشارة الغرض احتیاط
باید کرد که برا کابر صحابه طعن نکنند و دین برهم نشود و احادیث باهم و با قرآن شریف متعانق
بمانند اما طوریکه باختیار آن مطاعن بجانب صحابه عائد شوند و احادیث باهم متعارض شوند و روش
قرآنی مکذب آن شود هرگز پسندیده خدا و رسول نیست صلی الله علیه وآله وسلم و طرزی که ایجاد
مجتهد مذکور است همچنین است چنانچه عرض کرده شد دیگر آنکه هر که قصد عمل بالحدیث کند
آنرا باین چنین اجتهادات چه کار اگر اراده عمل بالحدیث باین معنی است که هرچه در ظاهر احادیث
یابند بران عمل کنند آن مقصد مقتضی این است که رای خود دخل ندهند و در پی عمل شوند ورنه
رای و عقل پیشینیان بهرحال اولی و افضل تر است اگر قصد عمل بطور رای و عقل است پس
اندرین صورت بر مجتهدان سابق و مقلدان اوشان چه طعن والله الموفق لنا ولکم اگر حرفی نازیبا
از قلم احقر صدور یافته آنرا از قبیل جزاء سیئة سیئة مثلها بلکه کمتر ازان پندارند چه مضامین نامه
سامی در پرده استدلالات معلومه نه رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم را گذاشته نه صحابه کرام را

رضوان الله علیهم اجمعین

مکتوب سوم بنام حضرت مولانا | بسم الله الرحمن الرحیم | رشید احمد صاحب

جناب صاحب عبدالرحیم خان سلمه بعد سلام مسنون آنکه نوازشنامه سید رباب تراویح آنچه تحریر بود
ظاهر و مستفاد ازان چنین می شد که مقصود استفسار مسئله نیست بلکه اعلام و الزام تحقیق خود

است لهذا در تحریر جواب تامل ماند آخر الامر چنان مناسب معلوم شد که اشارۀ چند فقره
عرض کنم از تسلیم و عدم تسلیم کاری نیست لهذا در تحریر جواب دیر شد بر اهل علم پوشیده نیست که
که قیام رمضان و قیام لیل فی الواقع یک نماز است که در رمضان برای تیسیر مسلمین در اول شب مقرر
کرده شده و هنوز عزیمت در ادایش آخر شب است و قیام لیل فخر علیه السلام چنانکه یازده رکعت
و کم از آن ثابت شده اند سیزده رکعت سوای سنت فجر هم در صحیحین موجود اند ده رکعت نفل از روایة
ابن مسعود از قول ابن عباس فصلی رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم
رکعتین ثم رکعتین ثم اوتر نزد حنفیه ده رکعة نفل و سه وتر آنانکه وتر را یک رکعة قرار دهند
دوازده رکعة نفل ثابت اند و قضای آنجناب دوازده رکعت را در روز اگر به شب تهجد فوت میشد
هم صحیح دوازده رکعة نفل است و این همه در صحاح موجود است باید دید پس می بایست که مجتهدین زمانی
را در دوازده رکعة تردد نمی شد و سنیة آن یقین می بود نه قصر بر یازده مع الوتر و در زمان صحابه
هم چنانکه یازده از سائب نقل می فرمایند از اصح امام مالک در موطا دوازده رکعة نفل روایة
می فرمایند چنانکه در مشکوة موجود است ندانم که چرا بر سامی مخفی ماند غلط کردم جناب را فعل صحابه
بمقابله سنت حضرت فخر عالم بزعم مخالفه حجت نیست و این نیز بر اهل علم واضح است که نفس قیام
رمضان را آنجناب سنة فرموده اند و تحدید عدد رکعات آن نه فرموده که کمی و زیادة در آن
روا نباشد چنانکه در فرائض و رواتب سنن است ورنه اختلاف راویان در عدد آنها واقع
نشدی لهذا هر قدر که زیادة در عدد رکعاتش بود موجب اجر است نه باعث گناه و ابتداع
و هیچ حدیث در منع آن وارد نیست بلکه حدیث علیک بکثرة السجود مطلقاً استحباب
کثرت رکعات نوافل روز و شب می فرماید البته جائیکه شارع تحدید فرموده چنانکه در فرائض
و سنن رواتب است نقصان و زیادة در آن روا نیست و مع هذا اگر قبل آن یا بعد آن در محل نوافل
کسی نوافل نفلاً خواند بدون اعتقاد سنیة آنها کسی است که او را منع فرماید و بدعة گوید

پس همچنان در تهجد و قیام رمضان زیادهٔ رکعات را چه اندیشه خواهد شد و آنچه در عدد رکعات
تهجد فخر عالم علیه السلام تحقیق است از ان دو است که فعل آنجناب محقق گردد که حیثیت
نه آنکه زائد از ان بدعة است صرح به النووی فی شرح المسلم برین قیاس است
سائر سنن که اصل آن را شارع علیه السلام سنت فرموده و تحدید دران نفرموده مثلا تسابیح
رکوع و سجود که دران زیادهٔ از قدریکه آنجناب میگفتند بدعة نیست و قراءة قران که زیاده از
مقدار آنجناب است در فرض و نفل بدعة نخواهد بود و علی هذا همه این قسم امور ازین است که علماء
قاطبة اگرچه سنة موکده موقت را گفته اند که بران قدر چه سنة نزدشان صادق آید مگر زائد را دران
بدعة ندانسته خصوصا زیادتی که از صحابه ثابت شده چنانچه روایات عدیده مختلفه سامی می باشند
تعامل عشرین پس زمان حضرت عمر رضی الله عنه بارشاد و تقریر آنجناب معمول شد چنانکه در
موطا امام مالک مرویست و خدشه انقطاع برمحل خود نیست چراکه یزید بن رومان تابعی
ثقه اند و ارسال ثقه مقبول میباشد مالک و محدثین سلف اهمین مذهب است اگرچه
شافعی و احمد دران کلام کرده اند کتاب ابی داود بسوی اهل مکه و دیگر کتب اصول حدیث
مطالعه نماید معهذا حدیث صحیح بیهقی که صاحب فتح روایة آن فرماید موید اوست و مزیل
شبه انقطاع و ترمذی در جامع خود از حضرت عمر و علی و غیرهما من الصحابة روایت آن
میکند پس اکنون در ثبوت عشرین از آنجناب رضی الله عنه چه تردد ماند و این زیاده را بعض مخالف
سنة پنداشتن نهایت موجب تعجب است که هیچ اهل علم چنان نفرماید چه بالا نوشته ام
که قیام لیل محدود نیستند ورنه هرگاه بحدیث صحیح ثابت شد که فخر عالم علیه السلام گاهی
ماه کامل غیر رمضان صائم نبود و نه هیچ ماه را از صوم خالی گذاشته اگر کسی تمام ماه روزه دارد
تنفلاً مخالف سنة گردد و گرفتار بدعة معاذ الله باید که حضرت عمر و علی و دیگر صحابه و
تابعین باعتراف ترمذی و غیره بسبب تقریر زیادهٔ عدد رکعات اهل بدعة شوند استغفر الله

استغفر الله و بسیار امور نفل از صلوة و صوم و زکوة و حج و ذکر و تسابیح بدعة شوند
تامل در کار است اہل علم راچنان فرمودن سخت نازیباست ما بین لفظ مخالف
و موافق و محدود و غیر محدود و بدعة و سنة امتیاز واجب است و چونکه در حدیث
علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین ارشاد جناب رسالت علیه الصلوة
است که چنانکه سنة مرا التزام کردن بر شما است سنة خلفاء را ہم التزام ضرور است
و مراد از سنة خلفاء امری است که از آنجناب صدور آن نشد و از خلفا وقوع آن شده
و آن ہرگز خلاف کلیات شرع نمی خواہد بود بلکه موافق سنة و مستنبط ازان لہذا این بیست
رکعت ہم مندوب سنة شدند و بدعة گفتن آن سخت نازیبا ہیچ عالمی چنین نگفته اری
آنچه خلاف است در آن است که زیاده بر آنقدر که آنجناب علیه الصلوة خوانده اند آیا سنة موکده
اند یا مستحب انتہی بعد آنچه درین حدیث افاده فرموده اند بلکه مراد از سنة خلفاء سنتی است
که عین سنة نبویه باشد از عجائب روزگار است چرا که اگر مراد از عینیة اینست که بعینه آن فعل را
آنجناب علیه السلام عمل فرموده یا فرموده مسنون کرده باشند پس می پرسیم که درین صورت خاصه
تقرر خلفاء چیست آیا بعد وفات آنجناب کسی را از خلفاء مجال نسخ و فرار داشته یا نسخ
و تبدیل آن میرسید تا سنتی که سنة خلفاء کرام وغیر آن را ترک کنیم و اگر مراد از عین اینست
که مستنبط از سنة بود یا نظیرش در سنة موجود باشد و موافق کلیه شرعیه بود مثل جمع قرآن
شریف و ترتیب سور آن مثلاً لاریب این امر مسلم صحیح است مگر این زیاده رکعات را
ندانم که بچه وجه مخالف سنة قرار داده خواهد شد و آنچه از اصول قاعده اعاده معرفه تحریر یافت
در تلویح این بحث را باید دید که این قاعده کلیه نیست و خلاف این بسیار موجود است این قاعده
آنجا بود که قرینه خلاف موجود نباشد اینجا عطف لفظ سنة الخلفاء بر لفظ سنتی مغایرة را
می خواهد و مقصود جناب رسالت علیه السلام ازین الزام سنة الخلفاء خود است مر امت را

مثل سنة خویش چنانچه در حدیث دیگر فرموده فاقتدوا بالذین من بعدی
ابی بکر و عمر بلکه در حدیثی باقتدای جمله صحابه فرموده اصحابی کالنجوم بایّهم
اقتدیتم اهتدیتم و همچنان آنچه لام استغراق فهمیده اند نیز معنی است که آنچه سنة مجموعه
خلفا باشد بشرط اجتماعهم علیها آنرا قبول سازید و امریکه یک دو خلیفه مثلاً کرده باشند
ترک کنید و درین صورت آنچه باقتدای شیخین حکم است ناتمام خواهد شد که دو خلیفه را در آن
ذکر فرموده اند همه را و حدیث نجوم مخالف آن خواهد شد و ترتیب مصحف عثمانی بدعة خواهد شد
چه خلیفه اول جمع آن کرده بود نه ترتیب آن و مسئله عول و تحدید حد شراب و دیگر امور که در
زمان حضرت عمر قرار یافته اند همه خلاف سنة خواهند شد معاذ الله بلکه مراد آن است که سنة
همه خلفا را التزام سازید چنان نکنید که سنة بعض آنها گیرید و بعض آنها نگیرید قال الله تعالی
یا ایها النبی جاهد الکفار والمنافقین که معنی بر آن آنست که با جمیع کفار
و منافقین جهاد باید پس حسب فهم سامی باید که آنجناب امر الهی نکرده باشند که با تمام
کفار عالم جهاد آنجناب واقع نشده و چه ضرورت است که در حدیث لام لام استغراق
باشد میگوئیم که لام آن لام عهد خارجی است که خلفا خمسه معهوده را مراد داشته فرموده اند
که طریقه ایشان را قبول کنید و هیئة اجتماعیه از حدیث فهمیدن همانا که محاوره کلام
ندانستن است پس بهر حال آنچه در ترجمه حدیث نوشته اند هر دو تقریر بر محل خود نشسته
زیاده چه عرض کرده آید و در بعض دیگر جا هم در صحیفه سامی محل کلام است مگر بنده را اصل
مسئله کار است و از تقریر زائد غرض نیست اکنون که بیست رکعت تراویح از فعل خلفا
ثابت شد عمل بر این موجب سعادت است و بدعة فهمیدن محض بیجا البته زائد از هشت
رکعة را بعض مستحب دانسته اند و بعض موکده گفته اند این مسئله خلافیه قدیم است که ما را درین گفتگو
ضرور نیست والله تعالی اعلم فقط سوال اول هرگاه در تعریف سنة مواظبت نبوی صلی الله

علیہ و آلہ وسلم مع الترک احیانا ماخوذ است و ہمیں ظاہر است کہ بر تراویح مواظبت کذائی ثابت نیست پس سنیت آن از کدام دلیل اطمینان کردہ شود و تا نقدیکہ بران مواظبت ثابت است ہمان ہشت رکعات تہجد ہستند لا غیر پس باید کہ ہمین قدر سنت باشد و زیادت بران روا نباشد فقط سوال دوم اینکہ این دوازدہ رکعات کہ بر ہشت رکعات سنت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم افزودہ شدند آیا در تاکد ہمان مرتبہ ہستند کہ آن ہشت رکعات را حاصل است یا از ان رتبہ فروتر فقط جواب سوال اول اینکہ ہرچہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بران مواظبت فرمودہ باشند سنت موکدہ می باشد لقولہ علیہ السلام علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهديين نعم تاکدیکہ در مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہر چیزی می باشد در مواظبت اصحاب کرام نیست چرا کہ مراتب سنت موکدہ در تاکد متفاوت می باشد قال رد المحتار ناقلا عن شرح المنية فان مراتب الاستحباب متفاوتة كمراتب السنة انتہی و خود حدیث علیکم بسنتی الخ ناظر درین است چرا کہ رعایات تقدم و تاخر در کلام بلغاء بلا وجہ نباشد خصوصا کلام بالانتظام سرور انبیاء تاج الفصحاء و البلغاء پس تقدم سنتی و تاخر سنة الخلفاء مع اشارات دقیقہ دیگر کمال تاکد اول را از ثانی می خواہد چنانچہ از آیت ان الصفاء والمروة من شعائر الله عزو رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم استخراج فرمودہ اند ارشاد کرد کہ بدایة می کنم بدانکہ بدایة کرد حق تعالی او ذکر کما ہو فی الحدیث پس اینجا تقدم زمانی است و اینجا تقدم فی المرتبہ بہر حال از تقدم ذکر تقدم رتبہ مستفاد میشود و اما مواظبت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بچیزی بطور فرض اگر از خصوصیات نیست برامت ہم فرضیة را می خواہد و اگر از خصوصیات باشد لیکن امت از ان ممنوع نباشد پس این مواظبت سنیت را میخواہد بلکہ استحباب مقتضاء او ست چنانچہ تہجد کہ نزد بعض بران حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

فرض بود وامت را مستحب مگر چون دلیل دیگر بیاید که این فعل برامت پیدا آید البته آنگاه سنت
خواهد شد مثل تراویح که هر چند نزد ہمون قائل فرضیت تہجد بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم تراویح نفس تہجد ست علی التحقیق مگر چونکہ برین تہجد مشخص بابن ہیئت کذائیہ مواظبت
صحابہ پیدا آمد بدلیل قولی تاکد پیدا کرد وہو قولہ علیہ السلام علیکم بسنتی الخ واگر نیک دیدہ آید
مواظبت فعلی حکمی ہم بر تراویح از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم توان دید چرا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند روز خوانده عذر ترک آن فرمود کہ مبادا بر امت وجوب شود ودر حجج
افتد ہمانا کہ فعل او را گاه گاه وترک او را بعد مواظبت حکمی دارند قال در المختار والمراد
ایضا المواظبة ولو حكما التدخل التراويح فانه صلى الله عليه وسلم
بين العذر في التخلف عنها قال الطحطاوي عن ابي المسعود انتهى وپس
حد محرره سائل بر جمعیت خود ماند برای کسیکه فرضیت تہجد را بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
منسوخ گوید چنانچہ قول حضرت عائشہ رض ہست رواه مسلم فی سننه پس مواظبت تہجد دلیل سنت موکده
خواهد بود ودلائل قولیہ ناظر استحباب مگر تہجد رمضان کہ تراویح ہست بدلیل قولی سنت موکده
خواهد ماند واللہ اعلم جواب سوال دویم آنکہ بست رکعت تراویح در زمان خیر نشان حضرت
عمر رضی اللہ عنہ قرار یافتہ اول یازده رکعت معہ وتر خوانده شد پس در آخر امر بست وسہ
معہ وتر قرار یافت رواه مالک فی الموطا بسند صحیح وآنچہ سنت خلفاء باشد تاکد آن
از جواب اول واضح شد باقی ماند اینکہ ہمہ موکده باشند یا بعض پس صاحب ہدایہ وغیره
بر آنند کہ ہمہ موکد اند وقدوری گفتہ کہ بعض آنچہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ثبوت یافتہ موکده باشند وآنچہ زیاده بر آن در زمان عمر رضی اللہ عنہ قرار یافتہ مستحب بود
ابن ہمام ہم بہمین میل دارد ہر چند ابن ہمام را علماء جواب داده اند مگر از تقریر بنده جمع
ہر دو قول توان کرد کہ مراد قدوری از استحباب مرتبہ کمی تاکد نسبت بہ ہشت رکعت

ومراد ہدایہ تسویہ در نفس تاکد ست نہ قدر آن چرا کہ تاکد کلی مشکک ست و حدیث علیکم بسنتی الخ دلیل ست بس کہ بعد آن حاجت نقل دیگر نیست و بعد ثبوت روایۃ موطا کہ اصح الکتب فی الحدیث در طبقہ اولی ست و ہم پلہ بخاری حاجۃ کتب نیست ہمین معمول خواہد بود و مذہب مالک رحمۃ اللہ علیہ ہم ہمین باشد مگر تاہم آنچہ کہ زیادۃ رکعات از دیگر ائمہ آمدہ اند موجہ توان شد کہ مثلاً بعد ہر ترویحہ اہل مدینہ چار رکعت میخواندند بست رکعت فرادی زائد شدند و جملہ چہل شدند و تنہا ہم مجازاً در تراویح شمرد ند و اہل مکہ بعد ہر ترویحہ اسبوع طواف کردند و دو رکعت طواف خواندند دہ رکعت فرادی مزید شدی کہ مجازاً در تراویح شمردند و بعد بست رکعت قبل و تر بعض گاہ کہ اربع رکعات را ترک کردہ در دعوات مشغول ماندند شانزدہ رکعۃ مزید شدی و شش گردیدند و یک اسبوع رقبل وتر اگر کم کردند دو رکعت کم شدہ بست و ہشت شدند و بست رکعت خود امری است مثبت و محقق از فعل صحابہ و یازدہ از فعل سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کہ اکد از بست است الحاصل ثبوت بست رکعت باجماع صحابہ در آخر زمان عمر رضی اللہ عنہ ثابت شدہ پس سنت باشد و کسی کہ از سنیۃ آن انکار دارد خطاست واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم فقط راجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی۔

مکتوب چہارم بنام مولوی صدیق صاحب در فضیلت علم

بندہ ہیچمدان محمد قاسم بخدمت بابرکت و سراپا عنایت مولوی محمد صدیق صاحب زادکم اللہ علماً وکمالاً۔ پس از سلام مسنون عرض پرداز ست عنایت نامہ سرمایۂ منت و موجب یادآوری ہا شد شکر عنایت احباب نتوانم طرز مکافات بجز این ندانم این یک دعا مہ تا رسیاست کہ ہمیشہ دارین دنیا راسوای آن سرمایہ دگر نیست اگر در بارگاہ بی نیازی

میسر نیست در نعیم نبود مگر تا هم از خود در یغ نیست خداوند کریم بمقاصد دلی برساند مگر دنیا را اگر بینم پیش عاقلان متاع قلیل است رو بسوی او چه کنند باقی ماند این کن اعظم آن علم حدیث و تفسیر بود آزاد در راه گذشته بوطن رفتند آن کدام ضرورت باشد که خوبیش از خوبی این دولت بی بها چنین زیاده بنظر آمد که یکبار افغان خیران فتند غنایت ناهی غم و رنج دنیا همیشه همین سان می آیند و میروند کار عقل آن است که مقصود را از دست ندهد جوهر ذاتی و وراثت نبوی را گذاشتن و قلیل را از متاع قلیل گرفتن کار خردمندان نیست سرمایه استحقاق خلافت حضرت آدم علیه السلام همین وفور علم بود ورنه در معصومیت ملائکه و فساد بنی آدم کلام نبود مصلحت بدین آن است که اگر علم را شروع کرده اند ناتمام نگذارند دو سه ماه یا یکسال کتب باقیه هم ان شاء الله تعالی تمام خواهند شد اگر این اضطراب و تلون بود در اول امر کدام کس خبر کرده بود که شروع کردند گستاخی معاف باد بهمه یاد آوران خصوصاً برادران و میرزایان و مولوی عبد الرشید صاحب و مولوی تمنا صاحب و اگر جناب حافظ صاحب هم تشریف فرمای مراد آباد باشند یا اتفاق حاضری خدمت جناب مفتی صاحب شود از من سلام عرض دارند فقط

مکتوب پنجم در جواب سوال حافظ بشیر الدین صاحب مراد آبادی

سوال زید نے بحالت لاعلمی ملک عمرو کی رہن رکھی اور قبضہ او سپر کر لیا منافع اوسکا اپنے صرف مین لاتا ہے ہنوز میعاد رہن کی منقضی نہین ہوئی تھی کہ بعض اشخاص نے کہا منافع رہن کا حکم سود مین ہے۔ زید اس امر کی تحقیق چاہتا ہے کہ فی الحقیقت منافع رہن حکم مین سود کے ہے یا نہین در صورت سود ہونیکے زید جو منافع بہ نیت زر اصل اپنے کے خرچ مین لایا ہے اوسکو بوقت فک رہن کے

عمرو کو وضع کر دینا ضرور ہی یا نہین مثلاً پانسو روپیہ عوض رہن ہی زید سو روپیہ اپنی صرف مین لایا تو چار سو روپیہ بروقت فک رہن کی عمرو سی لیلوی اور سو روپیہ منافع کی اوسکو وضع کر دیوی اگر زید زر منافع بروقت فک رہن عمرو کو ادا کری اور عمرو قبل اپنی منافع کو معاف کر دیوی یا بعد لینی کے زید کو دیدیوی جائز ہی یا نہین شرعاً ایسا ہو کہ زید کل روپیہ اپنا عمرو سی لیلیوی اور تمام زر منافع رہن زید کو جائز ہو جاوی غرضکہ زید کو سطرح برأت گناہ سی ہو سکتی ہی لہذا تکلف خدمت عالی ہون کہ اس مسئلہ مین جو حکم شرع شریف کا ہو ارشاد فرمائی اگر مرتہن زر منافع بوقت رہن رکھدینی کی بعوض محنت اور خبرگیری مالک مرہونہ کی راہن کو بخشدی جیساکہ عبارت معمولی رہننامہ مین ہوتی ہی جواب سراپا عنایت حافظ بشیر الدین صاحب۔ السلام علیکم رہن کی آمدنی جو زمانہ حال مین کہائی جاتی ہی از قسم سود ہی ہرگز حلال نہین اور اس قسم کی الفاظ لکھدینی سی کہ ہمنی حلال کیا اور بخوشی دیا یہ آمدنی حلال نہین ہو جاتی بخوشی دینی کی لئے ایک مرتہن ہی تہا اور کوئی جہان مین مستحق ہی نہ تہا بلکہ سب جانتی ہین کہ یہ دینی دلانیکی تحریرین فقط بغرض قرض اور بطمع کاربراری ہوتی ہین خدا تعالی ان حیلون کو خوب سمجہتا ہی وہ دل اور نہ دل کی باتون کو جانتا ہی غرض ان حیلون سی تو توقع حلہ دور از فہم و عقل ہی ہا اگر آمدنی اشیاء مرہونہ کو پورا پورا مجرا دی اور قرض مین محسوب کرلی تو البتہ وہ کہایا ہوا حلال ہو جاتا ہی مگر اس صورت مین بقدر قرض پہونچ جانی کی بعد راہن بری الذمہ ہو جاویگا اور رہن کی تئا مرہون سی کچہ علاقہ نرہیگا۔ فقط جن جن صاحبون کا سلام لکہا تہا میری طرف سی اونکو بہی اور سوا اونکی اور ملنی والونکو بہی بشرط یاد میرا سلام کہدینا فقط العبد محمد قاسم۔

مکتوب ششم بنام مرزا عبد القادر بیگ صاحب مرادآبادی

جناب مرزا صاحب السلام علیکم کل چوتھی رمضان شریف کو مولوی فخر الحسن صاحب نے آپکا عنایت نامہ عنایت کیا اور آپ کی نکاح ثانی کا قصہ زبانی بھی بیان فرمایا جزاک اللہ آپکو نکاح جو بوجہ کچھ قرابتی اپنی کے ساتھ بنظر احیاء سنت واقع ہوا اور مرزا حمایت علی بیگ صاحب کو سفر حج مبارک ہو مرزا صاحب اپنا منصب تو یہ تھا کہ جناب پیر و مرشد مدظلہ کی خدمت میں سفارش نامہ لکھوں سفارش کرلی کچھ تو مناسبت ہونی چاہئے اپنا حال اگر اوروں کو نہیں جانتا تو میں خود تو جانتا ہوں پر جہاں اور امور خلاف منصب اپنے سر لئے بیٹھا ہوں آپکی خاطر سے ایک یہ بھی عریضہ حضرت کے نام کا پہونچتا ہے مرزا صاحب اتنا کریں کہ جہاں اوروں کو یاد کریں اس رو سیاہ گناہگار کو بھی عار سے فراموش نہ فرمائیں اور حضرت مدظلہ کی خدمت میں دو کلمہ الخیر کہکر برابر برابر ہو جائیں مرزا محمد نبی بیگ صاحب اور انکی والدہ صاحبہ کی خدمت میں سلام عرض کر دینا اور جناب حافظ عبد العزیز صاحب سلمہ اللہ سے اگر نیاز حاصل ہو تو میرا سلام یاد رکھنا سوا انکے مولوی سید عبد الرشید صاحب اور مولوی تمنا صاحب اور مولوی محی الدین خان صاحب اور مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب وغیرہم سے بھی یاد رہے تو سلام عرض کر دینا اور مرزا حمایت علی بیگ صاحب سے بعد سلام مسنون مضمون مرقوم بالا گذارش کر دینا فقط راقم محمد قاسم

مکتوب ہفتم بنام مرزا محمد عالم بیگ صاحب در باب عمل کشایش رزق و ادائے دین

سراپا عنایت سلامت السلام علیکم - آج گیارہویں رمضان کو آپکا عنایت نامہ پہونچا عبادت میں دل نہ لگنا کسی خطا کی سزا ہے استغفار اور لاحول کی کثرت چاہئے باقی قرض کے ادا کے لئے کسی عامل سے پوچھئے مجھکو عملیات میں دخل نہیں اگر ہو سکے تو جناب مولوی اکبر علیخان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر حال عرض کرو ادائے قرض کے

لئے جو کچھہ فرماویں اوسکو تعمیل کرو اور کشایش رزق کی لئے جو کچھہ ارشاد فرماوین اوسکو یاد رکھو ہان اوس سے پہلے یہہ پڑھو حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ اور لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَلْجَاءَ وَلَا مَنْجَی مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَیْهِ پانچ پانچ بار پڑھ لیا کرو اور اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف بھی پڑھ لیا کرو اور پڑھتے وقت یہ دھیان رکھا کرو کہ مین اپنے اللہ تعالی کے سامنے حاضر ہون اور دل و زبان سے عرض مطلب کر رہا ہون۔ مرزا قادر بیگ صاحب مرزا محمد نبی بیگ صاحب کو یاد رہے تو سلام کہہ دینا اور سواے اونکے اور کوئی احباب ہون جس سے ملتے ہو اور یاد آجاے تو اونکو بھی فقط

مکتوب ہشتم درباب علاج ہوس دنیا

سراپا عنایت مرزا محمد عالم بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالی السلام علیکم آج پندرہوین تاریخ جمعہ کے دن تمہارا خط پہونچا کیفیت حال معلوم ہوئی مین پچھلے دنون اثناء سفر مین بیمار ہو گیا تہا اوس مرض سے شفا تو انشاء اللہ ہو گئی تھی مگر جب سے نہ کسی قسم کی خلش چلی جاتی ہے آجکل کھانسی کی شدت ہو گئی دونون ہفتے اوس کی تکلیف رہی اب بفضلہ تعالی اوسکو بھی آرام ہو چلا ہے ابہی نام باقی ہے انشاء اللہ تعالی وہ بھی رفع ہو جاویگی غرض اب مین اچھا ہون باقی کی ہوس دنیا کی لئے یادگار ہے موت سے بہتر کچھہ نہین ہوسکتی تو ہر روز گھڑی دو گھڑی موت کے تصور مین گذار دیا کرو اور اوس وقت اس قسم کا خیال رکھا کرو کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جسقدر انبیاء ہوے وہ سب مر گئے جسقدر بادشاہ اس زمانہ سے پہلے ہوے وہ سب مر گئے بزرگ دین کے چھوٹا تو انبیاء چھوٹے اور بزرگ دین

انکو ایسا سمجھنا تو بادشاہ سمجھتے ہین نہ الی الذی نہ اولا الذی نہ زور دین نہ زور دینا
مین سمجھن تو انکو نکر سمجھون پھر انکے سامنے قیامت کی حساب و کتاب و عذاب و ثواب کو سوچا کرے فقط

مکتوب نہم بنام مولوی میر محمد صادق صاحب مدراسی در باب تحقیق علم جمعہ

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين سيدنا
خاتم النبيين محمد و اله واصحابه وازواجه اجمعين بعد حمد و صلوة
بندۂ کمترین ہیچمدان بیسر و سامان محمد قاسم بخدمت سراپا عنایت مکرمی مولوی میر
محمد صادق صاحب دام عنایتہ بعد از سلام مسنون عرض پرداز است عنایت نامہ ملفوف
باستفتاء رسید کہ حضرت مجمع البحرین شریعت و طریقت مخدوم و مطاع خاص و عام جناب
مخدومنا و مولٰنا سید عبد السلام صاحب دام برکاتہ صدور یافتہ بود ممنون و مشکور شدم
مقتضای عنایت سامی آن بود کہ توقف نمی کردم و وقتیکہ عنایت نامہ ذریعہ ممنونیہای حضر
شدہ بود بہماندم دستم بہ قلم و کاغذ میرسید مگر بالاے کاہلی طبع اداے این گونا گون ہیچمدانی
و بیسر و سامانی سامان این تقصیر و سرمایہ این تاخیر شد ہیچمدانی و ہمہ میدانند نہ سفینہ بہ گنجینہ آوردہ ام
و نہ مکتوبات سفینہ را بسینہ سپردہ ام ہیچمدانی و این بیسر و سامانی نہ جرئت ہیچو کارہا بدل آید
و نہ دل بدست کار فرماید و ذخیرہ ام ہمین خیالات پراگندہ من اند کہ یکی را اگر بدل می نشیند
دیگران آنرا از جملہ مضامین شعریہ می بینند مگر بندہ گندہ را بحضرت ممدوح نہ تنہا نیاز
سابق است اعتقاد لاحق ہم بدل فراہم آوردہ ام اگر بامتثال ایمای خدام ہیچو مخدومان
سر فرو نیارم باز آن کدام است کہ انتظار ارشاد او خواہم کشید باین ہمہ امروز ہمین مصمم
شد کہ من کار خود بکنم اگر پسند خاطر خدام والا مقام افتاد فہو المراد ورنہ کالای زبون بریش خاوند
تا نسیہ خود را باز خواہم گرفت اکنون بجد و سخنی پیشتر از عرض مقصود عرض میکنم اول اینکہ

در عرف عام هر قوم و هر زبان بسیار است که خطاب بالقاب عامه کنند و مخاطب خاص
باشد اکثر آنرا بالقاب همچو مولوی صاحب و شاه صاحب و شیخ صاحب و میرزا صاحب
و منشی صاحب ندا کنند و منادی از یک شخص بیش نباشد همچنین در اصطلاحات شرع شریف
قرآن و حدیث نیز در مواقع کثیره این طرز اعتبار افتاده می‌یابند که فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ
وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ارشاد بخطاب عام است و مخاطب این حکم جز اغنیا نمی توانند شد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم را بخطاب همچو یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ یاد می‌فرمایند و ظاهر است
که این لقب چه قدر از حضرت مخاطب صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم عام است بالجمله این انداز دور از انداز
ادای مطلب و طرز کلام نیست بلکه در هر زبان معمول بهر خاص و عام است دوم اینکه اگر فرض کنیم
دو کس یا زیاده از قومی سادات یا شیوخ مثلاً نشسته باشند و یکی از آنها گویا کر باشد و کسی دیگر از
حاضران وقت با وجود اطلاع کیفیت چشم و گوش او شان بخطاب عام مثل میر صاحب و شیخ صاحب
آواز داده اگر گوید ببین یا بشنو این حکم دیدن و شنیدن تعین و تشخیص مخاطب می‌فرماید هر که از حاضران
عقل و فهم باشد فی تامل بفهمد که مراد این کس است نه آن همچنین مخاطب به یقین داند که مسقط اشاره
متکلم منم نه دیگران سوم اینکه اگر جناب باری و رسول پاک او صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم حکمی را بشروط مربوط
فرمودند ارتباط آن حکم با آن شرط از قسم ارتباط توقف باشد که فیما بین موقوف و موقوف علیه باشد
و بدین سبب احدی را نمی‌رسد که اگر حکمتی که غرض از ارتباط بود مفقود شود یا بدون آن شرط هم آن حکمت حاصل
توان شد آن شرط را لغو گرداند و آن حکم را بشرط مربوط نداند و بر آن شرط موقوف نپندارد مثلاً
منجمله شرائط جمعه جماعت هم است و حکمت از اشتراط جماعت بجز این چه توان گفت که از اجتماع
و استماع موعظ اعنی خطبه مقصود است اگر جماعت شرط نکنند باشد که مردم فراهم نیایند پس
تنها واعظ اعنی خطیب اگر وعظ گوید مستمع که باشد مگر پیدا است که استماع بمجرد فراهمی مردم میتوان شد
توقف صحت نماز جمعه بر جماعت از چه رو است اگر فراهم آیند و تنها تنها نماز خود بگذارند و بروند

یا بجای دیگر رفته نماز جماعت ادا کنند مقصود اصلی بهم رسد مگر کسی را نداهم که بجواز این صورت
فتوی نویسد پس این مقدمات معروضه معروض خدمت خدام باد که آیه یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ هر چند
بوجه عموم خطاب مشیر بان است که همه کس را این حکم عام است مسافر باشد یا مقیم صحیح باشد یا مریض
غلام باشد یا آزاد طفل باشد یا جوان زن باشد یا مرد مگر چون نظر را بآیه او امر سیاق یعنی
فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ رسانند خود واضح شود که بجز مردان آزاد و توانایان مقیم
و جوانان صحیح و مختار هیچکس از اهل اسلام مخاطب این احکام نیست تفصیل این اجمال اینست که سعی
اگر مطلوب توان شد از مردان توانایان توان شد از بیماران و زنان حال بیماران خود معلوم
است ناتوانان کار توانائی چه دانند باقی ماندند زنان در حق ایشان همچو لَا یَضْرِبْنَ
بِاَرْجُلِهِنَّ ارشاد رفته ابطرف زنان را بچه تاکیدات بلیغه بهر خانه نشینی مثل قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ
و غیره ارشاد فرموده اند و ظاهر است که در سعی بالضرور احتمال انکشاف محل زینت است و دوادوی
کوچه و برزن بیشک مقتضی آنست که وقتی نقاب از رخ و جامه از ستر بیساخته برافتد همچنین
خطاب وذروا البیع مقتضی آنست که مخاطبان را اختیار بیع و شرا حاصل است ورنه وذروا البیع
فرمودن چه معنی دارد و ظاهر است که نه غلام مسافر را اینکار است و نه طفل نابالغ را این اختیار
شاید همین است که ارشاد فرموده اند اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَةٍ اِلَّا اَرْبَعَةً
عَبْدٌ مَمْلُوْکٌ اَوْ اِمْرَأَةٌ اَوْ صَبِیٌّ اَوْ مَرِیْضٌ رواه ابو داود و فی باب الجمعة للمملوک
وَالْمَرْأَةِ باز چون کیفیت اذان جمعه را که در زمان نبوی بود صلی الله علیه وآله وسلم اگر یاد کنم
این عقده هم منحل شود که مسافر را این تخفیف تصدیع است شرح این معنی این است که در زمانه
برکت توام حضرت نبی صلی الله علیه وآله وسلم اذان جمعه بجز وقت گفته می شد که امام بر منبر
نشستند نظر بر همین ترک بیع و شرا و دوادوی بغرض استماع وعظ امام یعنی خطبه [illegible]

لفظ الی ذکر الله خود دلیل دعوی است آخر مراد از ذکر اینجا سماع وعظ و خطبه اند که از امام
وخطیب باشد و چون فضائل استماع خطبه کراهت شور و شغب که مانع از استماع باشد یاد کنیم
این امر دیگر موجب می شود که مطلوب اصلی از روز جمعه اجتماع بهر استماع وعظ و خطبه است و همین است
که فاستمعوا نفرمودند بلکه فاسعوا فرمودند تا اشاره شناسان خداوندی را ابلاغ نشیند که غرض اصلی
استماع است که اگر گاه مهاجر از جنس را آهسته خواسته اند و باشد که از برکات خطبه محروم مانند و شاید
همین است که حضرت عثمان رضی الله عنه اذانی دیگر قبل از اذان خطبه افزوده اند تا نباشد که
که در رسیدن سامعان دیر شود و خطبه بیکار رود و غرض بوجه عرض مذکور یا با وجود مقرر بودن
یک اذان که بهر بهر نماز مقرر است اذانی دیگر بیشتر از اذان خطبه افزوده شد تا مطلب اصلی
بوجه حسن بدست آید لیکن از اینجا که در حدیث ارشاد است عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُصُّ اِلَّا اَمِيْرٌ اَوْ مَامُوْرٌ اَوْ مُخْتَالٌ رواه ابو داود
مِنْ بَابٍ فِي الْقَصَصِ مِنْ كِتَابِ الْعِلْمِ و مراد از قصص در حدیث همین وعظ است چنانچه
دانندگان دانند حالا بیکه وعظ فرض ضروری خواهد بود این هم ضرور خواهد بود که آن واعظ خود
امیر باشد یا مامور یعنی نائب او ورنه در زمره مختال و اهل عجب ایشانکه اشاعه بیج وعظ گویی بیکنند و نیز جای
وعظ جمعه یعنی خطبه که موسوم بذکر الله شد اگر جمعه فرض است فرضیت این وعظ اول درجه باید
باید داشت و در صحرا و دریا مسافران اسیر آمدن این قسم وعظ معلوم پس چگونه توان گفت
که مسافران محکوم این حکم اند مگر آن که سفر را یک لخت حرام گردانند سوای این اینجا که
در ان مظنه بهم رسی اینچنین واعظ باشد قطعاً حرام گردانند لیکن اینچنین فتوی ای کس نتوان داد نظر بر همین توان گفت که
از ین حکم بیرون نهاده اند و آنکه اشاره حدیث اول در وجوب جمعه بظاهر نظر ظاهری آید آن را
چنان فهمند بظاهر در عموم یا ایها الذین آمنوا اذا نودی للصلوة هم مسافر داخل می شود
چنانچه از ارشاد وعده مخصوص مسافر وغیره از آیة است همچنین اشاره لفظ جماعت که

در حدیث مذکور وارد است مخصص از حدیث است بیچاره مسافر را جماعت از کجا بدست آید
یا سفر را تنها در حق او حرام گردانند یا جمعه را بر او واجب ندانند مگر سفر را تنها باشد یا تنها
در حق کسی حرام نتوان گفت جا ناچار اقرار بعدم وجوب جمعه باید نمود آنکه مثل الواحد شیطان هم
در حدیث آمده در اول اسلام بود اگر هنوز این نهی بر حال خود باقیست الاثنان فما
فوقها جماعة مشیر آنست که اگر دو کس هم بهم شوند سفر جائز است ممنوع نیست مگر درین صورت
نه شرط جماعت بطور حنفیه بدست آید نه بطور شافعیان بدست افتد بلکه از لفظ الذین امنوا
با لفظ فاسعوا و ذروا با انضمام آنکه کمترین مصداق جمع حسب وضع لغت سه است و اندرین
امر دلالت دارد که کم از کم سوای امام سه کس می باید چه مخاطب یا ایها الذین همان سامعان اند
که وقت وعظ امام خطبه شنیده اند نه آنکه امام هم داخل جماعت شان است زیرا که نداء صلوة حسب
قرار داد سابق وقتی می بود که امام جلوه بر منبر میکرد نظر برین این حکم مخصص سامعان خطبه باشد امام
باین حکم سروکاری نیست الغرض ضرورت امیر یا مامور هم ضرورت جماعت مسافر را هم از
[illegible] گفته شد شهر را امیر یا نائب امیر هم بوجه ضرورت خطبه که از لفظ فاسعوا
الی ذکر الله معلوم میشود با انضمام حدیث لاالقیص [illegible] شد باقی ماند فقط شرط مصر اگر غور
[illegible] نباشد که حاکم در آن خود خود بادشاه
وقت اگر نباشد نائب او بالضرور خواهد بود و فرق فیما بین امصار و قری و شهرها و دیهات
نه آنچنانست که محتاج بیان باشد و در هر ولایت شهرها و دیهات می باشند و هر کس
بمجرد استماع این الفاظ معانی این الفاظ می شناسند و بمجرد مشاهده شهر را از دیه تمیز میکنند
قابل بیان گر بود همین بود که شهری خالی از حکام نمی ماند خود سلطان باشد یا نائب سلطان باشد
و در دیهات و دیهها و صحرا خواه مخواه رونق افزونی سلاطین ضروری است و نه نصایح
که نه نواب شان حسب نظر برین صحرا و دیه را بیکسو گذاشته اند کارگذاری سرکاری

بذمهٔ اهل شهر نهادند و ازین تقریر ابهام هویدا شد که جواز جمعه نسبت بکسی که مخل اشتراط مصر نیست ضرورت
مصر بوجه دیگر است بغرض فراهمی مجمع کثیر نسبت آن هم بالای ضرورت مشار الیها این شرط
این فائده هم در آغوش دارد که وعظ در شهر خالی از مجمع کثیره کمتر باشد و با اینهمه مردم شهر
اکثر ارباب فهم باشند و قابلیت تعلیم چندانکه اوشان دارند اهل دیه ندارند و در مجامع کثیر اگر
همه تسلیم نمی کنند باری ازین هم چه کم که بدو کس را وعظ و انتظار دیگر چه باز وعظ و پند صحبت این
دیگران براه حق کشد اکنون حرفی دیگر سنجیدنیست عدم فرضی بحکم فهم این اشارات
از کلام باری چون همه مردم را میسر نیست و احادیث مصرحهٔ این معنی بحد تواتر نرسیده اند
افهام علما مختلف شدند و عوام را گنجایش امید مغفرت بر تهاون در صورت وجوب
نزد یکی و عدم وجوب نزد یکی بهم رسید و رفته رفته کاهلی نوبت تا بآن رسید که متعصبان حنفیه
عمداً ترک و تهاون جمعه آغاز کردند و این ندانستند که اندرین صورت بفحوای المُتَّقِي مَنْ يَتَّقِي
الشُّبُهَاتِ در بیچون نه تنها جمعه ضروریست بلکه فرض ظهر هم واجب گردید یعنی این مسلم
که در بیچو صور قطعیه فرضیه باین معنی که اگر شرطی از شرط مذکوره فوت شده تا هم ادای جمعه همچو
نمازهای پنجگانه فرض است و منکران کافر قابل اعتماد نیست بحکم ارشاد دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَىٰ مَا لَا يُرِيبُكَ
قانونی اگر بهر مواقع شک تجویز فرموده و آن اینکه اگر در فرضیت احد الامرین بالتعیین یقین کامل
حاصل باشد و به نسبت یکان یقین کامل نبود بلکه ظن یا شک باشد هر دو را ادا باید نمود تا از
یک امر فارغ نتوان نشست و این بدان ماند که مردی مدیون بحروپیه یا کم و بیش مثلاً قرض دیگری
بذمهٔ خود داشته باشد و لیس از زمانهٔ دراز در شک افتد که ادا کرده ام یا نی یا از اول امر
بودن قرض و نبودن آن مشکوک بود و صاحب دین حالی است و تقاضایش میکند که میدهد
یا نمیدهد اندرین صورت اقتضای دینداری همین است که ادا کند و اگر در مقدار قرض شک
است یکروپیه است یا دو روپیه می باید که هر دو روپیه ادا کند اگر صاحب حق تابع حق است

در صورت ابقاء حق خویش بقدر حق خویش خواهد گرفت باقی را با وجود الخواهد فرمود چون
درینجا هم همین صورت بوقوع آمده می باید که اهل اسلام هر دو را ادا کنند حق تعالی حق خود را
قبول خواهد فرمود و باقی را عوض واپس خواهد داد یعنی هر چه که فرض بود آنرا بحساب
نوافل خواهد گرفت و از انجا که اعطاء ثواب حسب قرار داد کرم بر نوافل واجب آمده ثواب
طلب مکافات جانکاهی بندگان خواهد فرمود اما فرائض حقوق سرکاری اند عوض آنها بمقتضا
ضروری نیست بلکه آنرا همچو باقی سرکاری باید پنداشت چنانکه باقی سرکاری همچو قرض رعایا
واجب العوض نبود همچنین فرائض واجب الثواب نباشند و نوافل را همچو اسباب بازاری
و قرض رعایا باید دانست که یک درهم اگر می گیرند قیمتش و عوضش ادا میکنند مگر چون نفس جمعه
قطع نظر از شرائط است و هم شعائر اسلام اگر از ادای نماز نهادن وی را او ایش رود بهر و مر مان
کم فهم را بوجه کوته فهمی و عصبیت کاهلی مقصود و شدن شرائط موجب ترک جمعه شود و نه باعث
خوف الیش نماز ظهر اند بصورت گمان این بیچیدان مفتی وقت اختیار تاکید جمعه و مخالفت
ادای ظهر است و امید که از ظهر باز دارد تا جمعه مستقیم شوند و جمعه را قائم کنند چه اول حدیث
اَلْإِخْتِلَافُ أُمَّتِي أَوْ أَصْحَابِي رَحْمَةٌ او کما قال شعر این اختیار میباید دوم تقرر خلیفه
خود با طاعت و بیعت مردم وابسته است و انعزال ان بعزل اوشان گره خورده چون
انعقاد اختیار گران بها باوشان ارزانی فرموده اند نصب امام و واعظ که حصه ایست از ان
چرا که بدست شان نباشد و وعظ و امامت از کارهای امام عام است امامت صغری و وعظ
دینند بامامت کبری و اولی الامر نسبتی دارد که نور ضعیف با نور قوی نسبت اگر امامی موجود است
دست بدست دگری دادن نشاید که اجتماع دو حاکم صد فتنه در بر دارد و همین است که
قتل ثانی در وفاء بیعت اول ارشاد رفته مگر جائیکه یک باشند و کسی را الا مقرر و گردانیدن
چندان وی را از قیاس نیست چه اینوقت امامت امام عام توان کرد تا بامامت صغری چه رسد

غرض نظر بر اختیار شارع علیه السلام نصب امام خاص بدرجهٔ اولی باید داد و اینکار از وی
باید گرفت و این امامت را مخالف اشتراط امام عام نباید فهمید چه این شرط وقتی است که
از امام عام منافی و نشانی باشد تا که بالمعنی جمع بین الخلیفتین لازم نیاید چه در صورت جمع و بین
اینجا حسب اشارات حدیث چنانکه گذشت موافق اشارات الفاظ قرآن یعنی اطیعوا الرسول
واولی الامر منکم که امام عالم بود اگر وعظ دیگر بشنوند و بر امر و نهی دیگران عمل کنند گویا نیز او را
اولی الامر قرار داده و بالمعنی در جنب خلیفهٔ اول خلیفهٔ دیگر به نشانند اکنون رسند بمخالفت
اگر وعظ دیگران بشنوند محذوری نیست چون موافق این تقریر این شرط از میان برخاست
شرط مصر هم بیک طرف رفت چه اشتراطش ملزوم اشتراط شرط امیر بود آری ظاهر الفاظ
روایات مشعره ضرورت مصر عام اند لهذا احتیاط همین است که تا مقدور رعایت شهر
پیش نظر ماند و اگر کسی در دیهی جمعه قائم کند دست گریبانش نزنند که اول این شرط ظنی بود
باز حسب تقریر بالا ضعفی دگر در آن هم رسید مگر خلجانی هنوز باقی است عوض آن نیز ضروری است
چنانکه ادای ظهر کم فهمان را موجب تهاون در جمعه میشود همچنان این اجازت نصب امام
خاص اختیار استماع مواعظ و خطب آن موجب تهاون در نصب امام عام است اگر جمعه
متروک میشد شاید جمعیتاً اهل همتی بشوق جمعه نشاید ... اهل عصر و ابنای روزگار ری
میکرد نعم بعض جمع بین الظهر و الجمعه احوط میشمایند ورنه وجوب نصب امام نیز مستنبط شدنی است
و پیداست که این وجوب فتنی نیست و اختیار نصب امام خاص بیشک این وجوب را
ضعیف میسازد این است آنچه که ذهن نارسای من بدان میرسد مگر تا فهیم نه فهیم هم سخنی
نه امام که اجتهاد کنم و خلق قول من بشنوند اگر دیگران هم متصیر من شوند فبها ورنه کالا
زبون بریش خاوند این فقره یعنی ابریشم من زنند و هرچه مناسب وقت دانند و موافق
اشارات علمای ربانی که از اتباع قرآن و حدیث دور نیفگنند اختیار فرمایند و این نیاب بند

هم اطلاع فرمایند تا به پیروی جم غفیر من هم سرو هم و در پی تفرق کلمه نشوم بخدمت حضرت
مخدوم و مطاع من برکت مآب مولوی سید عبد السلام صاحب از من هم ورافتاده عمر عزیز را
بلهو و هوس برباد داده سلام و شوق که بصد نیاز مشحون باشد عرض دارند و من بغرض دعا هم
این کار کرده ام ورنه از فتوی استفتا احتراز من مشهور است تنبیه تقریر پیشاترم را هر که
ملاحظه خواهد فرمود خواهد دانست که شروط صحت جمعه اگرچه معارض عموم ظاهری خطاب یا ایها الذین
آمنوا اذا نودی للصلوة هست اما این عموم خطاب بحکم مقدمات مذکوره مستدعی آن
آن نیست که حکم جمعه عام باشد آری او امر حکم سیاق تخصیص حکم میکند و هویدا می شود که همه شروط
مذکوره از همین آیت می زایند و احادیث مستنده فقط مصرحه و موضح آن هستند مستند شروط
نیند تا احتمال ابطال نص عام بروایات احاد که بعضی آنها موافق خیالات بعض کابر مطعون اند
بدل نشیند مگر وقتیکه شرائط مذکوره موجه شدند باز فقط باین نظر که در بعض مواقع بدون تحقق شروط
هم کار ستیوان برابد جرئت اهمال آن نباید فرمود آری بطور احتیاط بوجه ضرورت دیگر اگر
مرتکب این اهمال شوند چنانچه عرض کرده ام چندان دور از قواعد شرع نیست
که احتیاط هم از اهم مقاصد شرع شریف است و بسیاری از احکام مبنی احتیاط اند
وجوب وضو برکس از نوم مبنی برهمین احتیاط است چنانچه الفاظ مشعره بوجوب
غسل یدینکه از خروج دوا از نظر اهل نظر گواه است و سنت
همچو فانک لا تدری این باتت یدک
ثابت ابتنایش برهمین
احتیاطات است
وبس

واضح ہو کہ احقر محمد ابراہیم بہاری
تحریرات خطوط جناب مولانا
محمد قاسم صاحب نانوتوی رح کی طبع
کرانا چاہتا ہے جن صاحب کے پاس کوئی تحریر
یا خطوط جناب مولانا صاحب کے موجود ہوں

براہ نوازش کمترین
کی پاس ارسال فرماوین
تا کہ طبع کرائی جاوین انشاء اللہ
بعد نقل مع محصول ہر دو طرفہ
ارسال خدمت شریف کی جاوینگے

اور فی الحال ارشاد الطالبین مصنفہ
[illegible] صاحب پانی پتی و نیز فتوحات قاسمیہ و مکتوبات رشیدیہ
زیر طبع ہین مورخہ یکم شعبان سنہ ۱۳۲۴ ہجری